تفسیر ماتریدی
تاویلات اهل السنہ

محمد صغیر حسن معصومی

ایک عرصہ سے خیال تھا کہ امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی متوفی ۳۳۳ھ کی تفسیر جو اب تک لوگوں کی دسترس سے باہر ہے تحقیق کرکے شایع کردیجائے۔ ادارے کی طرف سے ۱۹۶۴ع کے سفر ممالک اسلامیہ کے دوران اس تفسیر کے مائکرو فلم کا نمبر جامعۃ الدول العربیہ کے آفس میں منتظمین کے الطاف کریمانہ سے تقریباً دو سو نوادرات کے مائکرو فلم کے حصول کی درخواست کے ساتھ شامل کر کے میں خود داخل کر آیا تھا، اور مخطوطات کے شعبہ کے عمید ڈاکٹر عبداللہ العربی کی عنایتوں اور رفیق محترم سید رشاد عبد المطلب ناظم (سکریٹری) شعبہ کی خاص توجہ سے ۱۹۶۵ع تک ان کے مائکرو فلم ادارے میں پہنچ گئے تھے۔ ان ھی میں امام ماتریدی کی تفسیر تاویلات اھل السنۃ کے استنبول کے نسخے کا فلم بھی شامل تھا۔ مائکرو فلم سے تصویر طبع کرانے پر احساس ھوا کہ مخطوطہ لاجواب ہے مگر حروف پھیکے ھیں، ان کا پڑھنا بہت سی جگھوں میں نہایت دشوار ہے، پھر اس کے متعدد نسخے چونکہ یورپ اور ھند کی لائبریریوں میں محفوظ ھیں ان کے مائکرو فلم منگوائے بغیر اس عظیم کام یعنی تفسیر کی تحقیق کا آغاز کرنا نہایت دشوار اور بعید از دانشمندی ھوگا۔ کچھ دنوں تک اس کام کے شوق کو زمانے کی ناسساعدت سے اپنے سینے میں دبائے رہا، پھر صرف ایک مخطوطے سے تحقیق کرنے کا جواز اس طرح نکل آیا کہ آھستہ آھستہ عربی عبارت کے ساتھ اردو ترجمہ بھی تیار کیا جائے۔ اس طرح عربی عبارت میں نقائص رہ بھی جائیں تو اردو ترجمہ کی وجہ سے یہ کام محققین کے نزدیک چنداں مورد طعن و تشنیع

نہ بنیگا، اور اردو زبان میں ایک قابل قدر اضافہ ہوگا۔ غرض اس مایۂ ناز تفسیر کی اشاعت کا شوق ۱۹۷۱ع کے وسط سے تیز سے تیز تر ہوتا گیا، اور اللہ کا نام لیکر سورۂ فاتحہ کی تفسیر کی تحقیق و ترجمہ میں لگ گیا۔ اس طرح دوسرے علمی و تحقیقی اشغال کے ساتھ اس نئے کام کا اضافہ ہو گیا، سورۂ فاتحہ کی تفسیر بالاقساط عربی عبارت کے ساتھ ادارے کے ماہنامہ فکر و نظر میں شایع ہوچکی ہے، اسی زمانے میں معلوم ہوا کہ مصر کے دو محقق ڈاکٹر ابراہیم عوضین اور سید عوضین، مجلس اعلی ، شئون اسلامیہ ، قاہرہ ، کے ایماء سے اس اہم کام کو انجام دے رہے ہیں، الحمد للہ کہ اس سال اس تفسیر کی جلد اول جو پارہ الم کی تفسیر پر مشتمل ہے اور جو ۱۳۹۱ ہجری مطابق ۱۹۷۱ع میں چھپی تھی، موصول ہو گئی۔

اس ہیچمدان کا شایع کردہ رسالہ سورۂ فاتحہ کی عربی عبارت اور اس کے ترجمہ پر مشتمل قارئین تک پہنچ چکا ہے (فکر و نظر اکتوبر ۱۹۷۱ء)، یہ اہل علم کا کام ہے کہ سورۂ فاتحہ کے دونوں اڈیشنوں میں مقابلہ کریں۔

امام ماتریدی اہل سنت و جماعت کے متقدمین علماء میں سے ہیں، اور ان کی تفسیر زمان ما بعد کی تفاسیر کے اثرات سے خالی ہے، نیز انہوں نے فقہی مسائل کی وضاحت کرنے میں حنفی آراء و معتقدات کا خاص اہتمام کیا ہے، اور بعض اہل تصوف کی آراء کو قرآن حکیم کے واضح الفاظ و معانی کے پیش نظر جانچ پڑتال کرنے کی کوشش کی ہے۔ بنا بریں اس کی اہمیت کے پیش نظر اردو ترجمہ قارئین کے لئے مصری مطبوعہ نسخہ کے مطابق پہلی بار پیش کیا جا تا ہے۔

اللہ بزرگ و برتر سے دعا ہے کہ صحیح ترجمہ کرنے کی صلاحیت بخشے اور ہم سبھوں کو اپنے احکام پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ ساتھ ہی التماس ہے کہ مترجم اور اس کے والدین کی مغفرت کی دعا کو قارئین اپنی دعوات صالحہ میں فراموش نہ کریں، آمین !

(مترجم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ البقرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(اور اللہ تعالی ھی سے ھم کافر قوموں پر (غلبہ پانے کی) مدد چاھتے ھیں)

(الم،) ان حروف کی تفسیر میں چند وجہیں بیان کی گئی ھیں :

حضرت ابن عباسرض سے روایت ھے، آپ نے فرمایا : 'الم، کا مفہوم ھے 'انا اللہ اعلم ، میں ، اللہ ، جانتا ھوں ، بعضوں نے کہا ھے کہ یہ حروف قسم ھیں جن کے ساتھ اللہ تعالی نے قسم کھائی ھے ، بعض کا قول ھے کہ یہ حروف معجمہ سورتوں کی کلید ھیں۔

بعض یہ کہتے ھیں: ان حروف میں سے ھر حرف اللہ تعالی کے اسماء میں سے کسی نہ کسی اسم سے کنایہ ھے : آلف سے اللہ، ل سے لطف خدا اور میم سے ملک خدا۔

بعض یہ کہتے ھیں کہ لام سے خدا کی نعمتیں (آلاء) اور میم سے مجد خداوندی (مراد) ھے۔

بعض کہتے ھیں کہ الف سے اللہ، لام سے جبریل اور میم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم (مراد) ھیں۔

بعض یہ کہتے ھیں کہ یہ حروف تشبیب کے (طور پر) ھیں تاکہ اسالیب سخن نظم و نثر اور کلام منظوم و شعر اور کلام منثور میں فرق کیا جا سکے۔

بعض یه کہتے ہیں کہ ان ٹکڑے ٹکڑے حروف کی تفسیر وہ الفاظ ہیں جو ان مقطعات کے بعد ذکر کئے گئے ہیں - جیسے اللہ تعالی کا قول 'ذلک الکتاب' (البقرہ) 'الم' کی تفسیر ہے، کہیں 'الم' کی تفسیر 'اللہ لا الہ الا'ھو' (آل عمران)، اور 'المص' کی تفسیر 'کتاب انزل الیک' (اعراف)، 'الر' کی تفسیر 'کتاب (ہود، ابراھیم)' اور کہیں 'الم' کی تفسیر 'تلك آیات' (لقمان) وغیرہ ہیں، جو الفاظ حروف مقطعات کے ساتھ مذکور ہیں وہ ان کی تفسیر ہی ہیں -

بعض یہ کہتے ہیں کہ ان حروف میں حساب جمل (حروف ابجد کے اعداد) کے مطابق اس امت کے ملک و سلطنت کی غایت و مدت کا بیان ہے، البتہ بعض حروف کو لوگوں نے (یہود نے) شمار کیا اور بعض کو چھوڑ دیا -

بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ حروف متشابہات میں سے ہیں جن کا علم اللہ تعالی نے اپنی مخلوق کو نہیں بخشا اور اللہ کو اختیار ہے کہ اپنے بندوں کو ابتلاء و آزمایش میں ڈالے (اور صبر کرنے والوں کے درجات بلند کرے) -

بعض کا قول ہے کہ یہ لوگ اس قرآن کو نہیں سنتے تھے، (چنانچہ اللہ تعالی نے ان کے قول کی حکایت کی ہے، سورۂ فصلت: ۲۶ - ''تم نہ سنو اس قرآن کو، اور انہوں نے لغو بات کہی قرآن کے بارے میں،'' اور خود اللہ تعالی کا قول ہے (الانفال: ۳۰): ''اور ان کی نماز خانۂ کعبہ کے پاس نہ تھی مگر ٹھٹھا مخول اور آوازیں نکالنا،''

بنا بریں اللہ عزوجل نے ان حروف معجمہ کو نازل کیا کہ ان کو سنیں تاکہ ان کو حجت لازم آئے -

حروف مقطعہ کی اصل یہ ہے کہ یہ جائز ہے کہ یہ قسم کے لئے ہوں جیسا کہ ہم ذکر کرچکے، اور جس قدر و مرتبہ کا لحاظ ان حروف میں رکھا گیا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ عربوں کی شان یہ تھی کہ ایسی ذات

کی قسم کھائے۔تھے جس کی قدر مسلم ہو اور جس کی حیثیت عظیم ہو، اور وہ ایسے حروف ہیں جن سے دین و دنیا کا قوام ثابت ہے اور جن سے سارے منافع میسر ہو سکتے ہیں ۔ ساتھ ہی یہ حروف دو بڑی نعمتوں پر دلالت کرتےہیں: زبان اور سننے کی نعمتیں کہ ساری حکمتوں کی گذرگاہ ہیں، تو ان حروف کی قسم کھائی ہے کہ ان کا پروردگار مضمر ہے، یا اس تقدیر پر کہ ان کا مرتبہ مخلوق کی آنکھوں میں اجل و اعلی ہے اس لئے ان کی قسم کھائی جاتی ہے ۔ اور اللہ ہی کو یہ مرتبہ حاصل ہے، اور کسی نیک عمل کے کرنے کی قوت اللہ ہی سے حاصل ہوتی ہے ۔

یہ احتمال بھی ہے کہ ہر ہر حرف میں ایک امر جلیل پوشیدہ شامل ہے، جس کا مرتبہ لوگوں کے نزدیک حساب جمل (حروف ابجد) کے مطابق عظیم ہے ۔ اور پھر بطور رمز ان سے اللہ جلشانہ کے اسماء، صفات اور ان نعمتوں کو جن سے اس نے اپنی مخلوق کو نوازا ہے، استخراج کریں، یا ان سے اس امت کے ختم تک پہنچنے کا بیان، یا اس کے بادشاہوں، اماموں، اور ان اراضی کا شمار سمجھا جائے جہاں تک اس امت کی رسائی ہوگی، اور یہ ساری باتیں نہایت اختصار کے ساتھ مذکور ہوئی ہیں، بلکہ ان کے بیان سے رمز و کنایہ پر اکتفا کیا گیا ہے ۔ اور شرح و بسط سے بیان کرنے کی بجائے اشارے سے کام لیا گیا ہے، اور کسی نیکی کی قوت اللہ تعالی کی توفیق کے بغیر نہیں ہوتی، وہ بزرگ و برتر اپنی مخلوقوں کو اپنی قدرت کا علم عطا کرتا ہے ۔ اور اسی کو سزاوار ہے کہ جس کو چاہے ایسی چیز میں شامل کردے جسے وہ چاہے، چنانچہ خلائق کے امور کو ایسے لطیف اشیاء پر مبنی کیا ہے کہ عقلیں ان کی دریافت سے قاصر ہیں اور ادراک کے سارے ذرائع عاجز، ان کی حقیقت کا ادراک ہر ایک کے بس میں نہیں، اللہ تعالی نے دونوں امر (زبان و سمع) بیان کردئے ۔ اسی بنا پر کلام کی ترکیب عمل میں آئی، اور کسی (نیکی کی) قوت انسان کو صرف اللہ ہی کی توفیق و عنایت سے حاصل ہے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حروف سورتوں کے نام کی جگہ (مستعمل ہوئے) ہیں ۔ اور اللہ تعالی کو سزاوار ہے کہ سورتوں کا نام جو چاہے رکھے، جیسا کہ اپنی کتابوں کے نام رکھے ہیں ۔ اس بناء پر اسماء جنس کی انتہا پانچ حروف ہیں، اسی طرح دوسری سورتوں کے حروف مقطعات کو سمجھنا چاھئے ۔ دلیل یہ ہے کہ ہر وہ سورہ جس کی ابتداء میں یہ حروف آئے ہیں ان سے وہ سورہ ایسا ملا ہوا ہے گویا وہ ان ہی پر مبنی ہے، اور سمجھ کی قوت اللہ تعالی ہی کی توفیق سے ہے ۔

یہ بھی جایز ہے کہ یہ حروف بطور تشبیب مستعمل ہوئے ہیں ۔ جیسا کہ ہم اس سے قبل ذکر کر چکے ہیں، تاکہ منظوم اور منثور کلام کی تفصیل ہو جائے، کیونکہ مشہور یہ ہے کہ کسی معشوق کے بارے میں نظم کئے ہوئے اشعار میں محبوب کے اوصاف کا ذکر ہوتا ہے پھر مقصود سے خروج کرتے ہیں، یہی حال اللہ تعالی کے نازل کئے ہوئے کلام کا ہے، چنانچہ کلام منزل میں بھی عام کلام کے مختلف صنف، مثلاً عاشقانہ وغیرہ آئے ہیں، البتہ اس طرح پر کہ کلام منزل کی مثال عام کلام سے الگ ہے، اسی طرح امر تشبیب کو بھی سمجھنا چاھئے ۔ اور کسی سمجھ کی قوت اللہ ہی سے حاصل ہوتی ہے ۔

یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالی نے ان حروف کو اپنے ارادے کے مطابق نازل کیا ہو تاکہ ان حروف میں غور کرنے کے ساتھ اپنے بندوں کا امتحان لے، اور بندے اپنے مقصد کو اللہ تعالی کے حقیقی معنی کے سپرد کردیں، کہ اسی سے مراد بر آتی ہے ۔ (. . و تسلیم المراد فی حقیقۃ معناہ و الذی لہ یزول ذلك،، اس عبارت میں واؤ عاطفہ حذف کردیں) اور بندہ اعتراف کرے کہ یہ حروف متشابہات میں سے ہیں جن کا اصل مقصد انسان پر واضح نہیں ہوسکتا ۔ اور ان میں کفر و الحاد کا تعلق ہے (کہ زیادہ اصرار سے کفر و الحاد میں پڑنے کا خوف ہے) ۔

اس بات کا بھی احتمال ہے کہ چونکہ اللہ کو علم تھا کہ یہ لوگ (قریش کے لوگ) سرکشی کرینگے اور قرآن حکیم سے روگردانی کریں گے اور کہیں گے ''اس قرآن پاک کو نہ سنو اور اس کے بارے میں لغو کلام کرتے تھے،، اس لئے اللہ تعالی نے قرآن حکیم کو اس طرح نازل کیا کہ قرآن حکیم میں غور و خوض کرنے کی ضرورت سمجھیں کیونکہ اس میں ایسی عبارتیں بھی ہیں جن کو وہ نہیں جانتے تھے، غور و خوض کی ضرورت اس لئے ہوگی کہ وہ سمجھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہی کے مانند ایک فرد تھے (اور قرآن ان ہی کی زبان کی طرح عربی میں ہے)، یا بر سبیل طعن (ضرورت ہوگی)، کیونکہ قرآن پاک ان کے متداول اسلوب سے الگ ہے، چنانچہ پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسی آیتیں پڑھ کر سنائیں جو انہیں مجبور کرتی ہیں اس بات کے یقین کرنے پر کہ یہ قرآن اس ذات باری تعالی کی طرف سے ہے جو تدبیر اشیاء کا مالک ہے، اس لئے ان حروف (مقطعات) کے آگے انہیں غور و فکر کرنا پڑا سارے حروف سے قطع نظر کرکے، اور تاسل کی قوت اللہ تعالی ھی کی توفیق سے حاصل ہوتی ہے۔

بعض اہل علم یہ کہتے ہیں کہ ان حروف کے ذریعہ اللہ تعالی نے اپنی مخلوق کو قرآن کی طرف بلایا، اور اللہ ھی کو علم ہے کہ ان حروف سے اس کی کیا مراد ہے۔

اللہ تعالی کا قول ہے: ''ذلك الكتاب،، یعنی یہ کتاب اشارہ ہے اس کتاب کی طرف جو اس کے پاس ہے۔ اور اس طرح کا استعمال مشہور ہے لغت میں، اور 'ذلك، کا استعمال 'ھذا، (یہ) کے معنی میں جایز ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں 'ذلك، اپنے معنی یعنی اشارہ بعید کے لئے آیا ہے، اور یہ اشارہ ہے اس کتاب کی طرف جو چمک دار چہروں والے نیکوکاروں کے ہاتھوں میں ہے۔

اللہ تعالی کا قول ھے: ’نہیں کوئی شک اس میں، یعنی اس کتاب میں‘ ۔ لوگوں نے اس کی کئی توجیہیں کی ھیں جن کا ما حصل دو توجیہیں ھیں : (۱) تم اس میں شک نہ کرو کہ یہ (قرآن حکیم) اللہ تعالی کی طرف سے ھے ۔ کچھ لوگوں نے یہ کہا ھے : (۲) ’اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب امانت دار ثقہ لوگوں کے ھاتھوں میں نازل کی گئی ھے ۔

اللہ تعالی کا قول ھے : ’ھدی‘ (یہ کتاب راہ نمائی کرتی ھے) ۔

کچھ لوگوں نے دو وجہیں بیان کی ھیں : (۱) ھدایت یعنی بیان اور وضاحت ھے، اگر یہی معنی مراد ھے تو تقوی والے اور غیر تقوی والے دونوں کے لئے برابر برابر بیان و وضاحت ھے ۔

دوسرا مفہوم ھدایت کا رشد، حجت اور دلیل ھے،

پھر لوگوں نے دلیل کے معنی میں اختلاف کیا ھے :-

راوندی(۱) کا قول ھے دلیل صرف اسی وقت راھنمائی کرتی ھے جب کہ

---

(۱) احمد بن یحیی بن اسحاق ابو الحسین راوندی یا ابن الراوندی ۔ رے اور واؤ مفتوحہ کے ساتھ اصفہان کے ایک گاؤں ’راوند‘ کی طرف منسوب ہے، بغداد کا رھنے والا اور برملا الحاد کا اظہار کرنے والا فلسفی تھا، ابن خلکان کا بیان ہے کہ علماء کلام کی ایک جماعت کے ساتھ اس کی نشستیں رھیں اور بہت سے مناظرے ھوئے ۔ چند معتقدات میں منفرد ہے جن کو محققین نے اپنی کتابوں میں اس کے بیانات کے ساتھ نقل کیا ہے ۔ ابن کثیر کہتے ھیں کہ مشہور زندیق تھا، سلطان کی طلب پر راہ فرار اختیار کی، اور اہواز میں ابن لاوی یہودی کی پناہ میں رھا، یہاں کے قیام میں اس یہودی کے لئے اس نے اپنی ایک کتاب لکھی جس کا نام ’الدامغ للقرآن‘ رکھا، ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں : ابن الراوندی، مشہور زندیق، ابتداء میں متکلمین معتزلہ میں سے تھا، پھر زندقہ اختیار کیا اور الحاد میں مشہور ھوا، کہا جاتا ہے انتہائی دانشمند تھا، اس کے حالات بیان کرنے والوں نے تقریباً ایک سو چودہ کتابوں کی نسبت اس کی طرف کی ہے : جن میں سے چند یہ ہیں : فضیحہ‌ٔ المعتزلۃ‘‘ ، ’’التاج‘‘ ، ’’الزمرد‘‘ ، نیز اس نے شریعت پر طعن و تشنیع میں بارہ کتابیں لکھیں ۔ معتزلہ کا ایک فرقہ ’’راوندیہ‘‘ اسی کی طرف منسوب ہے ۔ رحبہ‌ٔ مالک بن طوق (رقہ اور بغداد کے درمیان ایک مقام) میں ۲۹۸ھ/۹۱۰م میں مرا، بعض لوگ کہتے ھیں کہ کسی سلطان نے بغداد میں اسے سولی پر چڑھایا ۔ دیکھئے وفیات الاعیان ۱/۲۷، تاریخ ابن وردی ۱/۲۴۸، مروج الذھب للمسعودی ۷/۲۳۷، البدایۃ والنہایۃ ۱۱۲/۱۱، الملل والنحل للشہرستانی ۱/۸۱ ، ۹۶، لسان المیزن ۱/۳۲۳، شرح نہج البلاغۃ ۳/۴۱، معاھد التنصیص ۱/۱۵۵ ، اور النجوم الزاھرۃ ۳/۱۷۵ ۔

اس سے راھنمائی حاصل کی جائے ۔ کیونکہ دلیل (راھنمائی) مستدل (رھنمائی طلب کرنے والے) کا فعل ھے، جو استدلال سے مشتق ھے جیسا کہ ضارب اور ضرب وغیرہ میں تعلق ھے ۔

دوسرے لوگوں کا قول ھے کہ دلیل خود دلیل ھے، اگرچہ اس سے رھنمائی (دلیل) طلب نہ کی جائے، کیونکہ وہ حجت ھے، اور حجت ھر حال میں حجت ھے اگرچہ اس سے حجت نہ چاھی جائے ۔ البتہ دلیل استدلال سے دلالت کرنے والی بنتی ھے، جو دلیل نہ چاھے اس کے لئے دلیل خود بنفس نفیس دلیل ھوتے ھوئے بھی دلالت کرنے والی نہیں بنتی، بلکہ اس پر حیرت طاری ھوتی ھے اور بصارت کا فقدان ھوتا ھے، چنانچہ اللہ کا قول ھے ''واذا ما انزلت سورۃ، توبہ : ۱۲۴، (اور جب کوئی سورت اتاری جاتی ھے،) دوسرا قول ھے : فاما الذین آمنوا فزادتھم ایمانا وھم یستبشرون ، واما الذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجسا، توبہ، ۱۲۴ ، ۱۲۵ ، اور جو لوگ ایمان لاچکے ان کے ایمان میں (اس سورت نے) زیادتی کی اور وہ لوگ خوش ھوتے ھیں، البتہ وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ھے تو (اس سورت نے) ان کی ناپسندیدہ بیماری) کو بڑھا دیا ۔

اللہ تعالی کا قول ھے : ''للمتقین الذین یومنون بالغیب،، (یہ کتاب ھدایت ھے) متقین کے لئے جو غیب پر ایمان رکھتے ھیں۔ کہا گیا ھے کہ اس کی دو توجیہیں ھیں، (۱) اللہ پر نہ دیکھ کر ایمان لاتے ھیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے انھوں نے وہ نہیں طلب کیا جس کو سابقہ امتوں نے اپنے اپنے پیغمبروں سے طلب کیا، مثلاً بنی اسرائیل نے موسی علیہ السلام سے کہا : لن نومن لک حتی نری اللہ جھرۃ، البقرۃ، ۵۵، ھم ھرگز آپ پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ھم اللہ کو کھلم کھلا دیکھ لیں ۔

(۲) دوسری توجیہ یہ ھے کہ متقین قرآن حکیم کے غیب پر ایمان لاتے ھیں، اور ان وعدوں اور وعیدوں کا یقین کرتے ھیں جن کی خبر اللہ تعالی

نے قرآن میں دی ھے، ساتھ ھی قرآن کے امر و نہی، بعث، جنت اور دوزخ پر عقیدہ رکھتے ھیں ۔ اور ایمان یعنی یقین کرنا غیب ھی کے ساتھ ضروری ھے کہ مفہوم غیب کو سچ سمجھنا تصدیق ھے، اور تصدیق و تکذیب خبر سے تعلق رکھتی ھے، اور خبر غیب سے متعلق ھے مشاھدہ سے نہیں ۔

یہ آیت ان لوگوں کے قول کی تردید کرتی ھے جو کہتے ھیں، کہ ساری طاعتیں ایمان ھیں، کیونکہ ان کے لئے ایمان کی نسبت ھے اور اقامت صلاۃ اور زکات دینے کو ایمان نہیں کہا، کہ اللہ کا قول ھے ''الذین یومنون بالغیب،، ، وہ لوگ جو غیب پر ایمان رکھتے ھیں ۔

وقولہ : و یقیمون الصلاۃ، اور یہ متقی لوگ نماز قایم کرتے ھیں ۔

یہ بھی دو توجیہوں کی حامل ھے : ایک احتمال یہ ھے کہ یہ لوگ مشہور و معروف نماز ادا کرتے ھیں، ان کو قایم کرتے ھیں، رکوع اور سجود کو پوری طرح ادا کرتے، اور اپنے دل کو ان ارکان پر پوری طرح عاجزی کے ساتھ دھیان دیتے ھیں۔ اور نیت میں خلوص دل کا خیال رکھتے ھیں، جیسا کہ حدیث شریف میں ھے کہ ''دیکھو اس کو جس سے تم چپکے چپکے دعا کرتے ھو، (الفاظ ''انظر من تناجی،، کتب احادیث میں، جہاں تک مراجع دستیاب ھیں، نہیں ملتے ۔ اس کا مفہوم البتہ دوسری احادیث سے ثابت ھے مثلاً، امام بخاری نے بطریق مسروق ام المومنین حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ھے : ''حضرت عایشہ رض نے فرمایا : میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں التفات کے متعلق پوچھا، آپ نے فرمایا، یہ ایک شیطان کی جست ھے کہ بندے کی نماز سے کچھ اچک لیتا ھے،، اور ابو داؤد و نسائی کی روایت ھے جس کو حاکم نے صحیح کہا ھے، : کہ بندہ کی نماز میں اللہ اس پر متوجہ رھتا ھے، جیسے ھی بندہ کی توجہ ھٹی تو اللہ بھی اس سے توجہ ھٹا لیتا

ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ارشادالساری شرح صحیح بخاری للقسطلانی ج ۲ ص ۸۱ مترجم)۔

آیت کا یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے: حمد اللہ تعالی کے لئے اور ثناء اس کی نعمت و رحمت پر ہے، اگر یہ معنی ہے تو صلاۃ دنیا و آخرت میں منسوخ ہونے یا مرفوع ہونے (اٹھنے) کا احتمال نہیں رکھتی۔

وقوله: ''و مما رزقناهم ینفقون،، اور اس چیز سے جو ہم نے ان کو رزق دی ہے وہ خرچ کرتے ہیں۔

یعنی اس مال و دولت کو خرچ کرتے ہیں جو فرض و نفل ہونے کا احتمال رکھتے ہیں، یہ معنی بھی محتمل ہےکہ جو یہ قویٰ نفوس انسانی ہیں اور اعضا کی صحت بخشی ہے ان کو وہ خرچ کرتے ہیں اور ان سے مدد کرتے ہیں، واللہ اعلم،

وقوله: ''والذین یومنون بما انزل الیك،، اور جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اس پر جو، اے نبی صلعم! آپ پر اتارا گیا ہے،

دو مفہوم ہوسکتے ہیں، (۱) یعنی قرآن حکیم کی وہ آیتیں جو آپ پر اتاری گئی ہیں، (۲) وہ احکام اور شریعتیں جن کا ذکر قرآن حکیم میں نہیں اور آپ پر اتاری گئی ہیں۔

وقوله: ''وما انزل من قبلك،، اور اس پر جو آپ سے پہلے اتارا گیا،

یہاں بھی دو مفہوم ہوسکتے ہیں، (۱) یعنی وہ کتابیں جو آپ کے سوا سارے پیغمبروں پر اتاری گئیں، (۲) وہ شریعتیں اور اخبار جو کتابوں کے سوا ہیں، واللہ اعلم۔

(جاری)